© rasailojaraid.com

احمد سعید صاحب ایم اے (تاریخ) ایم اے (پولیٹیکل سائنس)

ہمارے اسلاف

استغناء اور بے نیازی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا خلوص و محبت ضرب المثل تھا، دیوبند مدرسہ میں ۵۰/- روپے مشاہرہ پر ملازم تھے، مگر صرف دس روپے لیتے تھے، اس پر بھی اگر کوئی ملاقاتی آگیا تو گھڑی سامنے رکھ لیتے، اسطرح تمام ماہ میں جتنا وقت صرف ہوتا اپنے حساب میں لگا لیتے تھے۔

مولانا سید اصغر حسین صاحب جو کہ میانجی کے نام سے مشہور ہیں، دیوبند کے ایک نہایت ہی برگزیدہ ہستی گذرے ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں، ان کا ایک کچا مکان تھا جسکی ہر موسم برسات میں لپائی کرتے تھے۔ اس عرصہ میں وہ میرے ہاں قیام کرتے، ایک مرتبہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنا مکان پختہ کیوں نہیں کروا لیتے" تاکہ ہر سال کی تکلیف سے نجات مل جاتے۔ انہوں نے مفتی صاحب کو شاباش دیتے ہوئے کہا کہ واقعی نہایت اچھی بات کہی ہے، کچھ دیر بعد خاموشی سے آہستہ سے بولے " میں جس محلے میں رہتا ہوں وہاں سارے مکان کچے ہیں، اگر میں اپنا مکان پختہ بناتا ہوں تو غریبوں کو اپنی مفلسی کا احساس اور شدید ہو جائے گا، میں یہ نہیں چاہتا۔"

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ایک مرتبہ سہارن پور سے کانپور جا رہے تھے ان کے پاس گنے زیادہ وزن میں تھے وہ چاہتے تھے کہ ان کا محصول دے کر گاڑی میں سوار ہوں۔ ریل بابو نے کہا کہ تھوڑے سے ہیں لے جاؤ، مولانا نے فرمایا کہ آپکی اجازت تو معتبر نہیں، پھر اگر کسی نے راستہ میں پوچھا، اس نے کہا کہ میں گارڈ سے کہہ دوں گا، مولانا نے پوچھا کہ گارڈ کہاں تک جائے گا، کہا کہ یہ گارڈ غازی آباد تک جائے گا، مولانا نے کہا کہ آگے کیا ہو گا۔ اس نے کہا کہ یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا، وہ کلکتہ تک جائے گا اور کانپور تو راستے میں پڑے گا۔ مولانا تھانوی نے فرمایا کہ کانپور کے بعد کیا ہو گا اس نے کہا کہ آپ کو تو کانپور جانا ہے۔ مولانا نے فرمایا "سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے، آخرت کا سفر ابھی باقی ہے، اگر وہاں پکڑ ہوئی تو پھر کونسا گارڈ سفارش کرے گا۔ اگر کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ سے کہہ دے گا تو میں ضرور بے جاؤں گا۔"

مولانا محمد یوسف کی تعلیم و تربیت اس طریقہ پر کی گئی تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی باتوں تک کا خیال رکھا گیا تھا۔ مولانا محمد یوسف نے فرمایا "ہماری اماں جی نے ہماری تربیت اسطرح کی کہ کوئی مہمان مٹھائی یا کیلیے تحفہ میں لاتا اور میں انکی طرف دیکھتا تو مہمانوں کے جانے کے بعد اماں جی بڑی طرح پٹائی کرتیں کہ تم نے مٹھائی کی طرف گھور کر کیوں دیکھا۔ فرمایا "میں نے سوائے ایک دفعہ کے بازار سے ایک آنہ کی بھی مٹھائی نہیں کھائی تھی، وجہ یہ نہیں تھی کہ پیسے نہیں تھے، بلکہ وجہ یہ تھی کہ میں نے پیسے جمع کرنے کا ایک ڈبہ بنایا تھا، اور جو پیسے ملتے اس میں ڈال دیتا کہ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں خریدوں گا۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کے بھانجے کو خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ اس زمانے میں خان بہادری کا خطاب بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا، چنانچہ اس تقریب کی خوشی میں بڑے بڑے عمایدین شہر کی دعوت کی گئی، خواجہ صاحب کے بھانجے خود بھی بہت اچھا لباس پہن کر، ایک لمبی سی دستار لمبا سا طرہ تھا، خواجہ صاحب کے سامنے سے گذرے، حضرت خواجہ صاحب نے ازراہ خوش طبعی فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

کیا شان دکھاتے ہو تم اے خان بہادر تم خان بہادر ہو ہم ایمان بہادر

شاعر اسلام علامہ اقبال سید علی امام کے متعلق فرماتے ہیں "سید علی امام صاحب کی مغرب زدگی کا یہ عالم ہے کہ ایک روز صبح کے وقت عرشہ جہاز پر کھڑے تھے، میں بھی ان کے ہمراہ تھا، میل و فرسنگ کا حساب کر کے کہنے لگے دیکھو بھائی اقبال اس وقت ہمارا جہاز ساحل مدینہ سے گذر رہا ہے یہ فقرہ ابھی پورے طور سے ان کے منہ سے نہ نکلا تھا کہ آنسوؤں نے الفاظ پر سبقت حاصل کی انکی آنکھ نمناک ہوگئی اور بے اختیار ہو کر بولے :

بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم

ان کے قلب کی اس کیفیت نے مجھے بے انتہا متاثر کیا ہے۔

مشہور قانون دان اور تاریخ نویس سید امیر علی ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں "کہ اس زمانے میں چھوٹے چھوٹے مقدمات میرے پاس آتے تھے، ایک روز عدالت میں ایک بوڑھی عورت پیش ہوئی جس پر خودکشی کا الزام تھا جسکی قانون میں سزا مقرر کی گئی تھی، میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ اپنی جان کیوں کھونا چاہتی ہے، اسکی داستان نہایت دردناک تھی۔ اس کا لڑکا فوت ہو چکا تھا

باقی ص ۶۱ پر

© rasailojaraid.com